20 MAY 1965
JAMIA LIBRARY

خانوادۂ شاہ ولی اللہ دہلوی کا تذکرہ

مولوی کریم الدین پانی پتی کے قلم سے

پروفیسر محمد ایوب قادری ایم اے

(۲)

مفتی صدرالدین خاں آزردہ

شیخنا واستاذنا وہادینا ومرشدنا وحاکمنا مفتی محمد صدرالدین خاں بہادر لبقاہ اللہ الی یوم الدین، گنجینۂ علم وکانِ علم و بے سخا مخزنِ لطف وجود عطا لبیدؔ[۲] دوراں، حسانؔ[۳] ہندوستاں، عالم کامل فاضل اجل فقیہ بے مثل حاکم دہر مصداق ایں۔

شیخ جہاں پناہ کہ اندوئے مکرمت　　برسروران عالم تحقیق سرور است

دارائے ملک لطف وکرم ہادیٔ امم　　کاوصاف ذات پاکش از اندیشہ برتر است

اس باعمل اور فاضل اجل کی مدح میں جو کچھ لکھوں سو کم ہے کیونکہ وہ ایسا ہی عالم ہے سحبانؔ اور حسان اور لبید اور متنبیؔ[۴] اور امراء القیسؔ[۵] یہ نام بہت کتابوں میں مثل لفظ عنقا رکھے ہوئے دیکھے۔ پر آج تک کوئی مصداق ان الفاظ کا نہ پایا۔ جب بہت تجسس کیا تو اس ذات گرامی کو کئی مرتبہ ان سے بڑھا ہوا پایا۔ بینندگان تذکرہ ہذا کے واسطے اس فاضل بے بدل کے کوئی تمثیل دے کر سمجھانا چاہیئے مگر افسوس کہ

لہ

۲ عہد جاہلیہ کے مشہور شاعر جن کا قصیدہ سبعہ معلقات میں شامل ہے بعثت کے بعد اسلام سے مشرف ہوئے اور پھر ایک شعر بھی نہیں لکھا۔

۳ حسان بن ثابت، مشہور مداح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کا دیوان طبع ہو چکا ہے۔

(باقی حاشیہ صـــ پر)

نظیر اس کا معدوم ہے اب مناسب یوں ہے کہ یہ کہوں کہ کوئی فاضل ہمارے زمانہ میں اس ذات گرامی کے سامنے ذکا، اور ذہن اور عالی طبیعت اور فکر اور تجرمیں رتبہ نہیں رکھتا یہ سب سے بہتر ہے۔

آنکہ باشد در شرف اوصاف ذات کاملش
برتر از درک خرد بالاتر از وہم و گمان
نفخہ اخلاق او را روح قدسی درپناہ
جوہر انفاس او با عقل کلی تواماں

بالفعل ہمارے زمانہ میں کہ ۱۸۴۶ء میں عہدہ صدر الصدوری شاہجہاں آباد نیک بنیاد پر مامور ہیں باوجودیکہ کار سرکار سے ان کو فرصت بہت کم ہوتی ہے مگر پھر بھی سبب اس کے کہ طبیعت فیض رساں اشاعت علم کی خواہاں رکھتے ہیں اس لئے اس کم فرصتی میں بھی طلبا، اطراف واقطار کو جوان کے گھر میں پڑے رہتے ہیں پڑھاتے ہیں بہت فاضل میرے زمانہ میں ان کے شاگردوں میں ہیں۔

کوئی علم یا ہنر ایسا نہیں ہے کہ اس کے موجد سے زیادہ نہ جانتے ہوں کتابیں ان کے پاس ہر طرح کی اور ہر فن کی موجود ہیں، سننے میں آیا ہے کہ یہ حضرت میاں عبدالقادر برادر کلاں مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگردوں میں در بیان علوم نقلیہ کے ہیں جن کا ایک ترجمہ اردو قرآن شریف کا کئی دفعہ چھپ چکا ہے اور ہندوستان میں مشہور ہے۔ شاہ عبدالعزیز سے بھی انہوں نے علم تحصیل کیا ہے جو کہ علامہ زماں گزرے ہیں مولوی فضل امام صاحب سے علوم نقلیہ مثل منطق و فلسفہ کے انہوں نے تحصیل کئے ہیں۔

مقدمہ کو ایسا کھولتے ہیں کہ حقیقت حال اس کی آئینہ وار کھول لیتے ہیں بات یہ ہے کہ اس عہدہ نے ان سے زینت پائی اور وہ بھی اس عہدہ کے لائق تھے شاہجہاں آباد میں جو کمال فضلاء کی ہے

(بقیہ حاشیہ) سلہ قبیلہ وائل کے مشہور شاعر ہیں۔

۵ ۔ عربی زبان کا مشہور شاعر ہیں اس نے دعوی نبوت کیا اسی لئے متنبی مشہور ہوا۔

۶ عہد جاہلیہ کا مشہور شاعر، سبعہ معلقات میں اس کا سب سے پہلا قصیدہ ہے۔

ایسا ہی عالم لائق اس عہدہ صدرالصدوری کے تھا۔ اس امر میں کچھ مبالغہ نہیں۔ میں درستی ملک کا حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ یہ عہدہ اس شخص کے ہی واسطے زیبا تھا اور واقع میں ہر ایک مقدمہ کی وہ ایسی تحقیق کرتے ہیں کہ یقیناً کوئی فیصلہ ان کا خالی حق سے نہیں ہوتا۔ حق دار کو حق پہنچاتے ہیں اس لئے اب میں یہ کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ تا قیام قیامت اس شخص کو اس عہدہ پر قائم رکھے تاکہ ظلم جہاں سے یک قلم موقوف ہو۔

ان کی تصنیفات سے ایک حاشیہ قاضی مبارک کا ہے مگر وہ ایام طالب علمی کی شاید تصنیف سے ہے کیونکہ ایسا ہی ان کی زبانی سننے میں آیا ہے اور اکثر رسالے اور فتوے ان کی تصنیف سے ہیں اور ہر روز جو مسائل لکھے جاتے ہیں ان کی کچھ شمار نہیں۔ ایک کتاب صنائع اور بدائع میں انہوں نے تصنیف کرنی شروع کی تھی مگر معلوم نہیں کہ تمام ہوئی یا نہیں۔ اگر یہ کتاب تمام ہو کر چھپ جائیگی تو تمام خاص اور عام کو فائدہ کثیر حاصل ہوگا۔

فارسی میں وہ شعر کہتے ہیں کہ سعدی کی کچھ حقیقت نہیں اردو میں بھی ان کے اشعار بہت ہیں میں نے تذکرہ اردو میں مندرج کئے ہیں عربی میں عبارت نثر اور نظم ایسی لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں دوسرے ویسی ہونی معدوم، غرض کہ ہمہ صفات موصوف ہیں بندہ نے بھی کتاب صدرا علم فلسفہ میں ان سے پڑھا تھا۔ لیکن ان کے تبحر کے سامنے سب بھول جاتا تھا۔ جو کچھ میں دیکھ کر جاتا تھا وہ سب بیان کر دیتے تھے اور ردو قدح ان پر کر کے سب حاشیوں کو مخدوش کر ڈالتے تھے اس وقت اپنے آپ تقریر صاف مثل سلسلہ موتیوں کے تشفی فرماتے تھے، میرزا ہدا مور عامہ بھی میں نے ان سے پڑھا ہے یہی حال کتاب میں بھی پایا۔ ایسی ایسی کتابیں جو انتہائی فضیلت کی ہیں۔ ان کے سامنے ایسی ہیں جیسے آمد نامہ یا خالق باری ایک بڑے فاضل کے سامنے ہوں، ہر چند کے اوصاف اس فاضل بے بدل کے بہت ہیں اور یہ کتاب مختصر، متحمل اس کی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اب یہ مناسب ہے کہ کچھ کلام یا عبارت اس فاضل اجل کی لکھ کر مُردوں کے تنوں میں جان ڈال دوں۔

(تذکرہ فرائد الدہر ص ۳۹۶)

آزردہ تخلص، مفتی صدرالدین خاں بہادر صدرالصدور شاہجہان آباد گنجینۂ علم وکان حلم و بحر سخا مخزن لطف و جود و عطا، لبید دوراں، حسان ہندوستان عالم کامل فاضل اجل فقیہ بے مثل عالم

باعمل مدظلہ میں ان کی جو لکھوں سو کم ہے کیونکہ وہ ایسا ہی عالم ہے صدہا شاگرد اس کے علوم و فنون درسیہ کے ہیں اور بہت فاضل ان کی شاگردی میں داخل ہیں ہر چند کہ مناسب نہیں کہ اس تذکرہ شعرائے اردو میں جو کہ ان کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ ان کا نام لکھوں مگر اتنا میں جانتا ہوں کہ بدون نام نامی ان کے یہ کتاب رونق نہ پاوے گی اور پسند احباب نہ ہوگی کیونکہ اس زمانے کے شعرائے اردو گویوں میں وہ مثل شاہنشاہ کے ہیں گرچہ اشعار عربی اور استعداد فارسی کی اتنی کچھ رکھتے ہیں کہ اچھے اچھے مضمونوں کی حقیقت ان کے سامنے کچھ نہیں مگر پھر بھی بہ سبب اس امر کے کہ ہمہ داں ہیں اشعار اردو بھی فرماتے ہیں یہ چند شعر ان کے اس جلسے پر لکھتا ہوں تاکہ یادگار زمانہ رہیں ۱۸۴۷ء میں قریب پچاس برس کے ان کی عمر ہوگی [1]

(تذکرہ طبقات الشعراء ہند ص ۴۴۵ - ۴۴۶)

مولانا حسین احمد لکھنوی

علوم متداولہ اور فنون درسیہ ادبیہ پر اس شخص کی اچھی نظر ہے نظم اور نثر وہ سب سے بہتر جانتا تھا۔ علم منطق اس کو اچھی آتی تھی۔ احمد عرب کی مدح میں اس نے بر وقت خبر پانے تصنیف نفحۃ الیمن کے جب کہ احمد عرب نے کعبۃ اللہ کا ارادہ کیا تھا کہی ہے وہ شعر یہ ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۵۰ھ میں یہ شخص موجود تھا [2] (تذکرہ فرائد الدہر ص ۳۸۸)

---

[1] مفتی صدرالدین بن شیخ لطف اللہ کشمیری ۱۲۰۴ھ / ۱۷۸۹ء میں پیدا ہوئے ۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء کو فوت ہوئے ان کے دو رسالے منتہی المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال اور در المنضود فی حکم مراۃ المفقود طبع ہو چکے ہیں ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند ص ۲۴۷ - ۲۴۸۔

[2] مولوی حسین احمد بن علی احمد ۲۵ صفر ۱۲۰۱ھ کو ملیح آباد میں پیدا ہوئے مولوی ظہور اللہ لکھنوی مولوی عبدالرحیم کلکتوی، مرزا حسن علی صغیر محدث، مولوی مخدوم لکھنوی، مولوی نورالحق لکھنوی شاہ عبدالعزیز دہلوی، شیخ عمر محدث مکی، حکیم محمد صادق فیض آبادی، اور مولوی حیدر علی سندیلوی، سے علوم مروجہ تحصیل کئے۔ (باقی حاشیہ ص ۵۲ پر)

مولانا مملوک العلی نانوتوی

مولانا و اولانا و استاذنا و بادینا و شیخنا جناب مولوی مملوک العلی عالم الخفی والجلی مدرس اوّل مدرسہ دہلی رہنے والے نانوتہ[1] کے قدوۃ المتاخرین امام متبحرین متقدمین اس ذات حمیدہ صفات کا شمہ سا یہ حال ہے کہ ایسا فاضل کامل زاہد و عابد پابند شرع شریف مصطفوی بہت کم دیکھنے میں آیا ہے نظیر اس کا خطۂ ہند میں بھی مفقود، ہر فن و علم کا سامان اس کے پاس ہر وقت موجود اس کے فیض عام ہی عقل نیاض زاد رہا۔ جس نے اس کے مشعل تعلیم سے روشنی نہیں پائی وہ عقل و بصیرت سے نابینا۔ گھر اس کا محط الرجال طلباء مدرسہ اس کا مجمع علماء و فضلاء، صدہا شاگرد اس ذات بابرکات سے فیض اٹھا کر اطراف و اقطار ہندوستان میں فاضل ہو کر گئے۔ درمیان اکثر بلاد افغانستان کے اور ہندوستان کے اپنا نام پیدا کر گئے۔

بالفعل عہدۂ اوّل مدرسی اوّل عربی پر مدرسہ دہلی میں مامور ہیں۔ سوا درس وہی طلباء مدرسہ کے اپنے گھر پر بھی لوگوں کو ہر ایک علم کی کتابیں پڑھاتے ہیں تمام علوم درسیہ متاخرین و متقدمین پر وہ عبور رہے کہ عقل اول بھی ان کی فیض رسانی کے مقابلے میں مجبور ہے تمام اوقات گرامی ان کے تعلیم طلباء میں نصف شب تک منقسم ہے۔

حلیہ ان کا یہ ہے کہ کھلتی پیشانی، خندہ رو، سفید ریش صورت نورانی مثل عالموں ربانی کے ہمارے زمانے میں ان کی ذات سے ہندوستان میں علم نے ترقی اور رفعت پائی۔ سچ ہے اس قول

(بقیہ حاشیہ) رسالہ جواز قرائت فاتحہ خلف امام، رسالہ در بیان بیعت، شرح رسالہ مولوی رفیع الدین دہلوی در بیان وجود، حلیہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور تصوف میں کچھ رسالے ان سے یادگار ہیں۔ ۱۳ رمضان ۱۲۷۵ھ / ۱۸۵۹ء کو انتقال ہوا اور اپنے والد کے قریب موضع دودھیا (ملیح آباد) میں دفن ہوئے۔

(تذکرہ علمائے ہند ۔ ۱۶۷)

[1] نانوتہ ضلع سہارنپور (یوپی ۔ بھارت)

کاشفی کا مصداق وہی ہے۔

آں فاضل زمانہ کہ از یمن درس اوست
ہم عقل در ترفع فہیم علم در کمال

متواضع اور حلیم اور بردبار اور صاف منکسر اور مدبر اور دانشمند ہیں غرض کہ جتنی تعریف اور جتنے اوصاف اخلاق کے بتلاش تمام پیدا کئے ہیں اس میں سب موجود ہیں۔

معارض کو چاہیئے کہ دو چار گھڑی ان کی خدمت میں بیٹھ کر ان اوصاف کو ملاحظہ کرے اس وقت میرے قول کی تصدیق بحلف کرے گا۔ اور کہے گا کہ سچ ہے یا مبالغہ اور قطع نظر تعریف کے امر واقعی اس شخص نے بیان کیا ہے تمام عمر میں باوجود اس کثرت علم اور فضل کے وعظ عام نہیں کیا۔ اور تصانیف کتب پر مائل نہیں ہوئے باعث اس کا یہ ہے کہ چونکہ ان کی فہرست میں صدہا طالب علم اطراف و جوانب سے واسطے تعلیم پانے علوم کے حاضر ہوتے ہیں اور ان کے حسن اخلاق سے یہ بعید ہے کہ کسی طالب علم کی خاطر رنجیدہ کریں، پھر اس صورت میں فرصت واسطے تصانیف کے معلوم لہذا اپنا حرج گوارا کیا۔ دل شکنی کسی کی منظور نہیں کی۔ مگر ہاں ایک کتاب تحریر اقلیدس جو عربی زبان تھی بموجب حکم پرنسپل مدرسہ دہلی کے ۱۸۴۴ء میں ترجمہ اردو زبان میں کرکے پانی کر دیا۔ اور بہت اچھی طرح بھی ہر ایک شکل کو حل کیا ہے یہ ترجمہ ۱۸۴۴ء میں دو مرتبہ چھپ چکا ہے یہی باعث مذکورہ بالا نہ منظوم کرنے افکارات شعریہ کا ہے مگر ایک مسودہ عربی خط کا جو مسمی فیروز[1] پاشا زادے کو انہوں نے ایام طالب علمی میں بے نقط لکھا تھا ڈھونڈ لایا ہوں تیمناً تبرکاً اپنی کتاب میں لکھتا ہوں۔

(تذکرہ فرامد بر ص۲۰۲)

مدرس اول مدرسہ دہلی مولوی مملوک العلی مدظلہ عالم بے بدل اور متقی بے مثل اور فاضل کامل ہیں عہدہ ہیر مولوی بمشاہرہ سو روپیہ ماہوار مدرسہ میں مقرر ہیں۔ حق یہ ہے کہ اس فاضل کی جیسی قدر چاہیئے ویسی نہیں کیونکہ ایسے عمدہ فاضل بے بدل بہت کم ہوتے ہیں اور در واقع میں بنا مدرسہ عربی ان کی ذات سے مستحکم ہے۔ فارسی اور اردو اور عربی تینوں زبانوں میں کمال رکھتے ہیں ہر ایک علم اور فن

---

[1] شہزادہ فیروز شاہ جس نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔

سے جو ان زبانوں میں ہیں مہارت تامہ ان کو حاصل ہے اور جس فن کی کتاب اردو زبان میں انگریزی سے ترجمہ ہوتی ہے اس کے اصل اصول سے بہت جلد ان کا ذہن چسپاں ہو جاتا ہے گویا اس فن کو اول ہی سے جانتے تھے اور جس کار پر مامور ہیں اس میں کبھی کسی طرح کا حتی الوسع ان سے قصور نہیں ہوا۔ مدرسہ میں ان کے (ص ۴۶۳) ذات بابرکات سے اتنا فیض ہوا ہے کہ شاید کسی زمانے میں کسی استاد سے ایسا ہوا ہو بندہ کے زعم میں یہ ہے کہ کبھی ایسا فائدہ لوگوں نے کسی فاضل سے نہ اٹھایا ہوگا اگر ان کو کان علم اور مخزن اسرار کہوں تو بجا ہے کیونکہ وہ فاضل ایسا ہی ہے کوئی کتاب کسی فن کی مشکل اس کے پاس لے جاؤ حفظ پڑھا دیں گے گویا حفظ کر رکھی ہے۔ اس لئے رات دن سوا مدرسہ کے ان کے گھر پر طلبا لو پڑے رہتے ہیں ہر وقت ان کو گھیرے رہتے ہیں اور وہ خلیق اس طرح کے ہیں کہ یہ کسی سے انکار نہیں کر سکتے سب کو پڑھاتے ہیں تمام شب اور دن میں شاید دو پہر رات کو آرام کرنا ان کو نصیب ہوتا ہوگا والا رات دن درس دہی طلبا میں گزرتا ہے اور باوجود اس کثرت درس فیض رسانی کے پابند شرع شریف کے ایسے ہیں کہ اس طرح کے آدمی کم دیکھنے میں آتے ہیں غرض کہ جتنا ان کی تعریف میں لکھوں بجا ہے اگر کوئی امر بطور مبالغہ بھی لکھوں وہ بھی امر واقعی ان کی ذات میں پاتا ہوں بہت بے نظیر فاضل ہے ان کے ثانی کوئی فاضل ایسا نہیں ہے جس سے اس طرح کا فیض عام اور تشفی خاص و عام حاصل ہو عمر ان کی ۱۸۴۸ء میں قریب ساٹھ برس کے ہوگئی۔ بہت خندہ پیشانی اور عقل مند اور ذکی اور ذہین اور تیز فہم اور محقق اور مدقق ہیں۔ تحریر اقلیدس کا ترجمہ زبان اردو میں چار مقالہ اول کا اور دو مقالوں آخر گیارہویں بارہویں کا کیا ہے۔ حق یہ ہے کہ علم ہندسہ کو پانی کی طرح بہا دیا ہے اصل وطن ان کا نانوتہ ہے مدت سے شاہجہان آباد میں رہتے ہیں[۱]

(طبقات شعرائے ہند ص ۴۶۴)

مولانا فضل حق خیرآبادی

مولوی فضل حق فرزند ارجمند مولوی فضل امام صاحب کے جن کی تصنیف سے چند رسالہ اور

---

[۱] مولانا مملوک العلی بن مولوی احمد علی کا انتقال ۱۱۔ ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء کو دہلی میں ہوا۔ اور خاندان شاہ ولی اللہی مہندیوں میں دفن ہوئے۔

حاشیہ علم منطق میں مشہور و معروف داخل تحصیل ہیں۔

مولانا فضل امام بڑے فاضل کامل اور محقق مدقق گزرے ہیں ان کی تصانیف انہیں کے نام سے مشہور ہیں چنانچہ ایک حاشیہ میرزاہد رسالہ پر بنام حاشیہ مولوی فضل امام دوسرا میر زاہد جلالی پر بھی اس نام سے مشہور ہے اوّل ہیں وہ صدر الصدور شاہجہان آباد کے تھے جن کی جا پر مولوی صدر الدین خان بہادر بالفعل رونق افروز ہیں ان کے اشعار اور عبارات عربی بہت ہیں اور بڑے فاضل تھے انہوں نے درمیان ۱۲۴۴ھ کے وفات پائی جن کی تاریخ میں مرزا نوشہ غالب نے یہ چند شعر کہے ہیں ؎

اے دریغا قدوۂ ارباب فضل	کرد سوئے جنت الماویٰ خرام
کار آگاہی ز پرکار او فتاد	گشت دارالملک معنی بے نظام
چوں ارادت ان پئے کسب شرف	جست سال فوت آں عالی مقام
چہرۂ ہستی خردشیدم نخست	تا بنائی تخرجہ گردد تمام
گفتمش اندہ سایۂ لطف نبی	باد آرامگہ فضل امام
۲۵۷	۵۹۲ - ۵ - ۱۲۴۴ھ

چوں کہ کلام اس فاضل کے میرے ہاتھ نہیں آئے لہٰذا ان کا ذکر چھوڑ کر ان کے فرزند دلبند مولوی فضل حق صاحب کا بیان کرتا ہوں۔ واضح ہو کہ یہ فاضل اجل بڑا عالم ہندوستان میں ہے اس سے صدہا لوگوں کو فیض ہوا۔ اور صدہا فاضل اس کے شاگردوں میں ہیں علوم عربیہ میں اس شخص کو بڑا رتبہ حاصل ہے خصوصاً علم منطق اور فلسفہ اس کے خدمت گاروں کو یاد ہے پھر ان کا کیا لکھنا،

؎ مولانا فضل امام بن شیخ محمد ارشد ہرگامی، خیرآباد وطن تھا فراغ علم کے بعد دہلی پہنچے انگریزی حکومت کی طرف سے پہلے دہلی کے مفتی پھر صدر الصدور مقرر ہوئے شاہ صلاح الدین صفوی سے بیعت تھے فرائض ملازمت کے ساتھ شغلۂ تدریس و تصنیف بھی جاری تھا کچھ مدت پٹیالہ میں بھی رہے۔ ۵۔ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ ۱۸۲۹ء کو فوت ہوئے۔

(تذکرہ علمائے ہند ص ۱۷۶-۱۷۷)

میری زبان میں کہاں طاقت اور قلم میں طاقت کہ اس کی تعریف لکھوں یا کچھ لکھوں وہ شاگرد رشید اپنے والد کے ہیں اور ہمراہ مولوی صدرالدین خاں بہادر جن سے کمال ربط و اتحاد رکھتے ہیں مولوی عبدالقادر صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب سے پڑھا ہے قصائد ان کے زبان عربی اور فارسی کے مشہور و معروف ہیں نثر عبارت اس طرح کی لکھتے ہیں کہ آج عرب کو ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں ان کی تصنیف سے ایک حاشیہ قاضی مبارک کا ہے یہ حاشیہ میں نے مولوی نورالحق صاحب کے پاس دیکھا تھا بہت اچھا ہے تفصیل اور تطویل بہت ہے باعث اس کا تبحر اور ملکہ اور استعداد مصنف مذکور کا ہے یہ ایک رقعہ ان کا میرے ہاتھ آیا ہے جو مفتی محمد صدرالدین خاں بہادر کو لکھا تھا۔ [۲]

(تذکرہ فرائد الدھر ص۱۰۰)

---

[۱] مولانا فضل حق کے عربی قصائد اور رسالہ ثورۃ الہندیہ، مولانا عبدالشاہد خاں نے ایک طویل مقدمہ اور ترجمہ کے ساتھ "باغی ہندوستان" کے نام شائع کر دیئے ہیں مولانا کا کچھ نمونہ عربی کلام انتخاب یادگار (از امیر مینائی) میں بھی شامل ہے۔

[۲] مولانا فضل حق ۱۲۱۲ھ ۱۷۹۷ء میں خیرآباد میں پیدا ہوئے الجنس الغالی فی شرح الجواہر العالی حاشیہ شرح سلم قاضی مبارک، حاشیہ الافق المبین، حاشیہ تلخیص الشفاء، الہدیۃ السعیدیہ، رسالہ تحقیق العلم والمعلوم اور الروض المجود، ان سے یادگار ہیں۔ مولانا فضل حق خیرآبادی علوم معقول کے امام تھے۔ کمشنر دہلی کے دفتر میں پیش کار رہے۔ مولانا فضل حق اور شاہ اسماعیل شہید میں بعض مسائل پر اختلاف ہوئے طرفین سے رسالے لکھے گئے۔ مرزا غالب سے مولانا کے تعلقات بہت اچھے تھے مولانا فضل حق ایک عرصہ تک رئیس جھجھر، راجا الور، نواب ٹونک اور نواب رام پور کے یہاں ملازم رہے۔ آخر میں واجد علی شاہ کے زمانے میں لکھنؤ میں رہے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں انہوں نے عملی حصہ لیا۔ گرفتار ہوئے۔ مقدمہ چلا اور بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی اور وہیں ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ ۱۸۶۱ء کو فوت ہوئے۔ (تذکرہ علمائے ہند ص۳۸۲ - ۳۸۳)

ایک تصحیح اس مضمون کی پہلی سطر میں (جو اپریل ۶۵ء کے شمارے میں چھپی ہے) "ابتدائیہ" کی پہلی سطر یوں پڑھی جائے مولوی کریم الدین پانی پتی (ف ۱۸۷۹) اردو کے مدرس، مصنف اور صحافی تھے۔ (قادری)

حضرت سید احمد شہید

پروفیسر فری لینڈ ایبٹ[1]

شاہ ولی اللہ صاحب کی کوششوں سے، سوائے اس کے کہ انہوں نے جن قوتوں کو منظم کرنے میں حصہ لیا تھا، انہیں میدان پانی پت میں ایک عارضی فتح حاصل ہو گئی، برصغیر پاک و ہند میں کسی قابل ذکر حد تک مسلمانوں کا زوال نہ رک سکا۔ بے شک شاہ ولی اللہ صاحب کے صاحبزادوں نے ایک حد تک ان کی تعلیمات کے سلسلے کو جاری رکھا اور ان میں سے دو نے تو قرآن مجید کا اردو میں ترجمہ بھی کیا غرض شاہ ولی اللہ صاحب کے صاحبزادوں کی بدولت علوم اسلامیہ کا مکتب دہلی بدستور چلتا رہا۔

---

[1] پروفیسر فری لینڈ ایبٹ کے ایک مضمون کا ترجمہ و خلاصہ جس کا عنوان "سلطنت مغلیہ کا زوال اور شاہ ولی اللہ" تھا" الرحیم کے مئی ۱۹۶۷ء کے شمارے میں چھپا تھا۔ یہ مضمون جس کا یہاں ترجمہ و خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے امریکہ کے مشہور رسالہ "دی مسلم ورلڈ" کے جولائی ۱۹۶۲ء کے شمارے میں چھپا ہے۔

اس مضمون کے مندرجات سے ہمیں اتفاق نہیں۔ یہ ایک دوسرے مذہب اور دوسرے ملک کے صاحب قلم کا حضرت سید صاحب شہید کا تاریخی تجزیہ ہے۔ اور ظاہر ہے اس نے اپنے نقطۂ نظر سے لکھا ہے، اگر کوئی صاحب اس کے متعلق کچھ لکھنا چاہیں تو الرحیم کے صفحات حاضر ہیں۔ (مدیر)